معاشرتی مسائل اور ان کا حل تبیان الفرقان (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ) کی روشنی میں

Social issues and Their Solutions in the Light of Tabian Al-Furqan (Maulana Abdul Majeed Ludhianvi)

Dr.Khawaja Saif –Ur-Rehman Siddiqui
Subject Specialist (Islamic Studies) Workers Welfare Higher Secondary School (boys) Shahdara Lahore
Email: khawaja.saifurrehman@gmail.com

Muhammad Akram Hureri
PhD Scholar Islamic Studies Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: mahurary@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract
In this article these social issues are discussed: Friendship with the disbelievers and its ruling, It is better to get married or not, Forms and rules for sitting in the assembly of infidels, Different views of killing children in ignorance, Modern ideas and family planning, As the population grows, so do the resources, The dress code of modern day lovers, Clothing should be worn in accordance with the rules of Shariah, It is forbidden to wear the slogan of infidels and transgressors, It is forbidden to wear clothes that have no benefit in religion or in the world, Adornment during prayers and worship, It is not permissible to wear any clothing other than the prescribed amount, How to get into someone else's house, How to get into an unoccupied house, Eye protection is very important to avoid adultery, fornication and other evils, No peeping through doors or room openings, How to enter your private home, Ruling on covering the ornate parts of the body for a woman, Marriage is a means of keeping one's self and eyes clean, Prohibition of castration, Bad results are due to the negligence of parents, A blessed marriage is one in which there is less hardship

Keywords: social issues, Clothing, Shariah, parents, less hardship.

اسلام نے جس طرح عبادات کے جامع احکام بتایا ہے اسی طرح دوسرے معاملات کے احکام بھی قرآن وحدیث میں واضح طور پر موجود ہیں جن سے ایک اہم حصہ معاشرتی احکامات کا ہے جس پر قرآن میں کئی آیات اور پوری سورۃ حجرات نازل ہوئی ہے، مفسرین نے ان آیات کے ضمن مختلف انداز میں ان مسائل کو ذکر کرکے ان کا حل بتایا ہے، زیر نظر مقالے میں ان مسائل کا جائزہ تبیان القرآن کی روشنی میں لیا جائے گا۔

کافروں سے دوستی اور اس کا حکم :

اللہ تعالی فرماتا ہے:لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ.[1]:صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت کافروں سے دوستی کی چار اقسام بیان کی ہیں۔1۔موالات 2۔مواسات۔3۔مدارات۔4۔مداہنت

1۔ موالات: دل سے کسی کو دوست بنانا، محبت رکھنا اور اپنا حمایتی سمجھنا۔

2۔ مواسات: دکھ تکلیف کے وقت کسی سے خیر خواہی کرنا، مدد کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا اور ننگے کو کپڑے پہنانا وغیرہ۔

3۔ مدارات: ظاہری طور پر خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

4۔ مداہنت: دین میں نرمی اختیار کرنا۔ اپنے دنیوی فائدہ کے لیے حق کو چھپانا، مداہنت حرام ہے چاہے مسلمان کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ۔

موالات کافر، فاسق، اور بدعتی کے ساتھ جائز نہیں۔ کیونکہ محبت دوسرے کی عظمت کو چاہتی ہے، مسلمان کے دل میں کافر، فاسق اور بدعتی کی عظمت نہیں ہونی چاہیے۔ مواسات کافروں کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے لیکن حربی کافروں کے ساتھ نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ باقی کافروں، فاسقوں اور بدعتیوں کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ مدارات بھی کافر کے ساتھ ہو سکتی ہے، بدعتی اور فاسق کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ اور اگر ظاہری نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر ان سے دوستی کا اظہار کرنے اور خوش اخلاقی سے پیش آنے میں کوئی حرج نہیں۔ مداہنت بالکل جائز نہیں۔ تو کافروں کو دلی دوست بنانا جائز نہیں ہاں البتہ نقصان سے بچنے کے لیے ظاہری طور پر ان سے دوستی کا اظہار کرنے کی گنجائش ہے۔[2]
معلوم ہوا کافروں سے دلی دوستی رکھنا ناجائز ہے۔ باقی مواسات اور مدارات ان کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ البتہ مداہنت بالکل ناجائز ہے۔ ہاں نقصان سے بچنے کے لیے کافر، فاسق اور بدعتی سے ظاہری طور پر دوستی کا اظہار کیا جاسکتا ہے. آج ہمارے ملک میں اور ہماری ہمسائیگی میں بھی کافر رہتے ہیں تو ان کے ساتھ شریعت کی رو سے مواسات اور مدارات تو کی جاسکتی ہے مگر موالات کسی صورت جائز نہیں .

نکاح کرنا افضل ہے یا ترک نکاح:

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ.[3] صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ نکاح کرنا افضل ہے یا ترک نکاح افضل ہے۔

ہمارے ہاں نکاح کرنا افضل ہے۔ عام طور پر علماء حضرت یحیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے شادی نہیں کی۔ تو ان کے شادی نہ کرنے سے ترک نکاح کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت یحیٰؑ کے نکاح نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے حالات ایسے تھے کہ ان پر ہر وقت رقت طاری رہتی تھی۔ دنیا کی کسی چیز کی طرف ان کی رغبت نہیں تھی۔ تو ایسے حالات میں عورت کے ساتھ جتنے معاملات ہوتے ہیں ان کو نبھانا انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔ آج ہماری شریعت میں بھی مسئلہ اسی طرح ہے۔ کہ اگر کسی کے حالات ایسے ہوں کہ اس کی بیوی کی طرف توجہ نہ ہو یا اس کو ڈر ہو کہ وہ حقوق ادا نہیں کر سکے گا تو نکاح کرنا جائز نہیں۔[4] مفسر نے بیان کیا کہ ہماری شریعت میں نکاح کرنا افضل ہے۔ یعنی جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے تو اس کے لیے نکاح کرنا افضل ہے۔ باقی اگر کچھ لوگ حضرت یحیٰ کی مثال دے کر ترک نکاح کو افضل قرار دیتے ہیں۔ تو ان کی دلیل کمزور ہے، ہماری شریعت شریعت محمدیہ ﷺ ہے۔ ہم حضرت یحیٰ کی شریعت پر عمل کرنے کے پابند نہیں۔ ہم شریعت محمدیہ ﷺ کی اتباع کے پابند ہیں اور آپ کی شریعت میں نکاح کرنا افضل ہے۔ لیکن آج بھی اس آدمی کے لیے وہی حکم ہے جو عورتوں کے معاملات کو نہ نبھا سکے کہ اس کے لیے نکاح نہ کرنا افضل ہے۔ عام آدمی کے لیے بعض حالات میں نکاح سنت ہے اور بعض حالات میں واجب ہے۔ بہر حال نکاح کرنا افضل ہے۔

کفار کی مجلس میں بیٹھنے کی صورتیں اور حکم:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا[5] جس مجلس میں اللہ کے احکام کا انکار کیا جارہا ہو، آیات کا استہزاء کیا جارہا ہو، دین کی باتوں کا انکار کیا جارہا ہو یا دین پر باتیں بنائی جارہی ہوں، ایسی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں۔ ایسی مجلس میں اگر قلبی رضا کے ساتھ بیٹھے گا تو واقعتاً کافر ہو جائے گا، کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔ چونکہ خوشی سے ان کی باتیں سننا اور دلچسپی لینا ہے تو ایسی صورت میں یہ بھی کافر ہو جائے گا۔ لیکن اگر دل میں کراہت کرتے ہوئے مجلس میں بیٹھا رہا اور بیٹھنا اپنے اختیار میں ہے تو یہ فسق ہے۔ یہ بھی اس لعنت میں گرفتار ہو گا جو کفروں پر ان باتوں کی وجہ سے پڑے گی۔ اگر کسی مجبوری کی بنا پر ان کی مجلس میں گیا اور زبان کے ساتھ انکار بھی نہیں کر سکتا اور دل میں انتہائی نفرت ہے، حالات ایسے ہوگئے کہ اٹھ کر جا بھی نہیں سکتا تو یہ معذور ہے اس پر گناہ نہیں۔ اس کے علاوہ ایک صورت جواز کی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص ان کی مجلس میں اس نیت سے جاتا ہے کہ باتیں سن کر ان کا جواب دوں گا۔ ان کے اشکالات کو دور کروں گا، تبلیغ کی نیت سے چونکہ گیا ہے اس لیے ایسے شخص کا جانا باعث ثواب ہے۔ ایسے لوگ جن سے ہمارا نظریاتی اختلاف ہے ان کی مجالس میں بھی جانا ناجائز ہے۔ جیسے شیعہ، رافضی، مرزائی وغیرہ، چونکہ وہ اپنی تقاریر میں ایسی باتیں کرتے ہیں، جن کو ہم دین کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کی بعض باتیں قرآن کی تحریف کا مصداق ہوتی ہیں اور اسی طرح بعض مجالس میں صحابہ کرامؓ جیسی مقدس شخصیات پر تبرا کیا جاتا ہے، ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یا قرآن کی تفسیر اس انداز سے کی جاتی ہے جو ہمارے خیال میں صحیح نہیں۔ چاہے وہ اپنے اعتبار سے صحیح کہہ رہے ہوں۔ لیکن چونکہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ ساری مجالس ایسی ہیں جن میں اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے اور دین کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ ایسی مجلسوں اور جلوسوں میں جانا حرام ہے۔ چونکہ ایسی مجالس میں تبلیغ کی نیت سے بھی نہیں جاسکتے۔ ان کے ساتھ بحث و مباحثہ بھی نہیں کر سکتے، خاموش بیٹھ کر سننا پڑے گا۔ اگر ان کی مجلس میں شور مچایا کہ یہ کیا بات ہو رہی ہے تو فساد کا خطرہ ہے اور خاموشی سے سنتا رہے گا تو گناہ میں شریک ہو گا۔ لہٰذا ایسی مجالس میں جانا حرام ہے۔[6] ہر وہ مجلس جس میں اللہ کے دین کا استہزاء کیا جارہا ہو یا اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہو یا احادیث کا انکار کیا جارہا ہو یا صحابہ کرامؓ پر تبرا اور ان کی گستاخی کی جارہی ہو یا دین اسلام کے کسی شعار کا مذاق اڑایا جارہا ہو اس مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں۔ دل کی خوشی سے بیٹھا ہے تو کفر ہے۔ اور اگر اپنے اختیار سے ایسی مجلس میں بیٹھا ہے اور دل میں ان کی باتوں کو برا بھی سمجھتا ہے تو یہ فسق ہے۔ اگر کسی کام کی مجبوری کی وجہ سے اس مجلس میں چلا باہر نکلنا اپنے اختیار میں نہیں اور دل میں برا بھی سمجھ رہا ہے تو یہ معذور ہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اگر ان کے اشکالات دور کرنے اور تبلیغ کرنے کی نیت سے گیا تو یہ ثواب ہے۔ اسی طرح ایسے لوگ جو دین سے بیزار ہیں ان کا لٹریچر بھی عام آدمی کو نہیں پڑھنا چاہیے۔ اگر دین کا علم رکھنے والا ہے یعنی عالم ہے، تبلیغ کی نیت سے یا ان کے اشکالات و اعتراضات دور کرنے کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

دور جاہلیت میں قتل اولاد کے مختلف نظریات:

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ.[7]

مشرکین میں قتل اولاد مختلف طریقوں سے مروج تھا۔

1۔اپنی اولاد کی نذر مانتے کہ اگر ہمارا فلاں کام ہو گیا تو فلاں بت کے سامنے اپنا بچہ ذبح کر دیں گے۔2۔لڑکی کو وہمی فرضی غیرت کی بنا پر قتل کرنے کا رواج تھا کہ ہماری لڑکی کسی کے پاس جائے اور وہ ہمارا داماد بنے یہ برداشت نہیں کرتے تھے،اسی بنا پر وہ بچی کو قتل کر دیتے ۔اسی کا ذکر قرآن کی بہت ساری آیات میں آیا ہے۔3۔ قتل اولاد کی تیسری وجہ تنگ دستی تھی چونکہ اپنے گزارے کے لیے کچھ ہوتا نہیں تھا۔ترقی یافتہ دور بھی نہیں تھا کہ پیدا ہونے سے قبل ہی تدبیر اختیار کر لیتے کہ پیدا ہی نہ ہو۔برتھ کنٹرول کر لیں۔کوئی گولیاں کھالیں ۔ظالمانہ طریقہ رائج تھا کہ بچے پیدا ہو جاتے پھر ان کا گلہ دبا دیا جاتا۔وہ یہ سمجھتے تھے کہ بچے پیدا ہو گئے تو شاید ان کی روزی بھی ہمارے ذمہ ہے۔حالانکہ قرآن نے اس کی تردید کی ہے۔جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔تمہارا کام صرف اپنی صلاحیت کے مطابق ان کی خدمت کرنا ہے۔اس لیے یہاں یہ بات ذکر کی" نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ "ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی۔ایک آیت میں" وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ"[8] آیا ہے۔مطلب آدمی یہ سوچتا ہے کہ اگر خاندان بڑھ گیا تو پھر ہم تنگ دست ہو جائیں گے ،اگر بچے نہ ہوں تو ہمارے پاس اتنا ذریعہ ہے کہ ہم اس پر گزارہ کر سکتے ہیں۔بچے پیدا ہونے کی صورت میں ہم ان کو نہیں کھلا سکیں گے۔تو مفلس ہونے کا اندیشہ ہوتا۔اللہ نے فرمایا" نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ "کہ ہم انہیں بھی اور تمھیں بھی رزق دیتے ہیں۔تو یہ بچوں کو قتل کرنے کا انفرادی جرم تھا جو کہ خاندان کا سربراہ سوچتا تھا۔

جدید دور کے جدید نظریات اور خاندانی منصوبی بندی: زمانہ جاہلیت میں قتل اولاد کا انفرادی نظریہ تھا اب قومی اور ملکی سطح پر حکومت وقت کر رہی ہے۔کہ ہمارے پاس اتنی پیداوار ہے اس وقت اتنی آبادی ہے،بڑی مشکل سے گزارہ ہوتا ہے۔اگر آبادی بڑھ گئی تو ملک میں قحط پڑ جائے گا۔پھر ترقی یافتہ دور میں ترقی یافتہ طریقہ سے خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے بچوں کی پیدائش کو روکا جارہا ہے۔یہ اللہ کی قدرت پر عدم اعتماد ہے۔اللہ کی ذمہ داری کو اپنے اوپر لینے والی بات ہے۔حکوت اپنے سر لے کر قدرت کے ساتھ مزاحمت کرتی ہے۔اس قسم کے منصوبے بناتی ہے کہ اس سال اتنی گندم پیدا ہو گی،اتنے بچے پیدا ہوں گے۔اس سے زیادہ پیدا ہو گئے تو یہ توازن بگڑ جائے گا۔حالانکہ یہ دونوں باتیں ان کے بس میں نہیں۔گندم کی اتنی پیداوار ہو گی یہ قبل از وقت منصوبہ بندی ہے،اللہ کی قدرت کے ساتھ ٹکراؤ ہے۔ہو سکتا ہے اتنی پیداوار نہ ہو،موسم سازگار نہ ہو،ژالہ باری ہو جائے،فصل کو نقصان ہو جائے،اصل بات یہ ہے کہ کوشش کرو اور اللہ سے اچھی امید رکھو۔اور یہ تجویز کہ اتنے بچے پیدا ہونے چاہیے اگر اس سے زیادہ ہو گئے اور گندم اس سے کم ہو جائے تو پریشانی ہو گی۔یہ چیزیں انسان کے بس میں نہیں۔انسان کا اس انداز سے سوچنا اللہ کی رزاقیت پر عدم اعتماد ہے۔اور مشرکانہ نظریہ ہے۔آبادی میں اضافہ کے ساتھ وسائل رزق بھی بڑھ جاتے ہیں: آج اگر دنیا کی آبادی بڑھتی ہوئی نظر آرہی ہے تو اس کے مقابلے میں وسائل رزق بھی بڑھ رہے ہیں۔پہلے لوگ صرف لکڑی جلاتے تھے،پھر اللہ نے پہاڑی کوئلہ دیا،پھر مٹی کا تیل،پھر گیس دے دی،پھر بجلی دے دی۔جیسے جیسے ضرورتیں بڑھتی جارہی ہیں ویسے اللہ کی طرف سے نئی نئی چیزیں آتی جارہی ہیں۔اس طرح پہلے کتنی زمین آباد تھی اور اب کتنی ہو گئی،ابھی کتنی غیر آباد پڑی ہے۔اگر اس کو آباد کر لیا جائے تو غلہ میں اور فراوانی ہو جائے گی۔پہلے جتنی پیداوار ہوتی تھی اب جدید طریقوں کی وجہ سے چار گنا،پانچ گنا پیداوار بڑھ گئی ہے۔یہ اللہ کی حکمت ہے۔اس لیے اس نظریہ کے تحت خاندانی منصوبہ بندی کو اپنانا باطنی طور پر مشرکین والا جذبہ ہے۔ "لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ"[9] اور" خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ [10]"یہ دو لفظ آئے ہیں۔دونوں کا فرق نمایاں ہے۔اگر والدین تنگی میں ہوں تو من املاق ثابت ہوتا ہے۔اور اگر فی الحال تنگی نہیں،خاندان بڑھ جانے کی صورت میں تنگی کا خدشہ ہے تو" خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ"صادق آتا ہے

۔"مِنْ إِمْلَاقٍ "میں اپنی روزی کی فکر ہے اس لیے اللہ نے فرمایا" نَرْزُقُكُمْ "اور" خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ "میں بچوں کی روٹی کی فکر، تو اللہ نے فرمایا"نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ"[11] توان الفاظ میں یہی حکمت ہے۔[12]

صاحب تبیان الفرقان نے زمانہ جاہلیت میں قتل اولاد کی جو وجوہات تھیں ان کا تذکرہ کیا۔ان میں سے ایک وجہ مفلسی کا خدشہ بھی تھا اس وجہ سے وہ اپنی اولاد کا قتل کرتے تھے۔اس وقت یہ انفرادی نظریہ تھا،اب جدید دور میں یہ قومی اور ملکی سوچ بن گئی ہے۔کہ اگر آبادی بڑھ گئی تو وسائل کم ہونے کی بناپر ملک میں قحط پڑ جائے گا۔آبادی کو بڑھنے سے روکنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی ضروری ہے۔یہ بھی قتل اولاد ہے اور مشرکین کے نظریہ کی پیروی ہے،حالانکہ اللہ نے رزق کا وعدہ کیا ہے تو گویا اللہ کی قدرت سے ٹکرانا ہے۔حالانکہ پہلے آبادی کم تھی تو وسائل اس کے مطابق تھے اب آبادی بڑھ رہی ہے تو وسائل بھی اس کے مطابق بڑھ رہے ہیں۔پہلے زمین کی پیداوار جتنی تھی آج اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔آبادی کو کنٹرول کرنے کی بجائے وسائل کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ سے اچھی امید رکھنی چاہیے۔منصوبہ بندی اس طریقے پر ہو کہ بچوں کی اچھی تربیت ہو سکے تو اس کے لیے وقفہ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اور اس کا بہترین طریقہ جو اللہ نے بتایا ہے وہ اختیار کیا جائے تو وقفہ بھی ہو جائے گا اور بچہ کی نشوونما بھی صحیح ہو جائے گی اور وہ طریقہ یہ ہے کہ" وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ "[13] جب دو سال دودھ پلائیں گی تو قدرتی وقفہ ہو جائے گا۔روزی کی تنگی یا مفلسی کے ڈر کی وجہ سے بچوں کی پیدائش روکنے کی کوشش کرنا مشرکانہ نظریہ اور قتل اولاد ہے جو کہ ناجائز ہے۔حالانکہ اللہ نے خود رزق دینے کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔" نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ"[14] اور اسی طرح"نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ"[15]

جدید تہذیب کے دلدادوں کا لباس کے متعلق طرز عمل:

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ-يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ-[16]

مشرکین کعبۃ اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے اور جب انہیں لباس کا کہا جاتا تو وہ جواب دیتے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے آئے ہیں اور یہ اللہ کا حکم ہے۔اللہ نے حضرت آدمؑ کا قصہ سنا کر ان کو کہا یہ تو وہی شیطانی حرکت ہے جس طرح سے اس نے تمہارے آباء کا لباس اتروادیا تھا۔اس نے وہاں بہکا کر اتروادیا تھا اور یہاں وسوسے ڈال کر تمہارا لباس اتروادیا۔حضرت آدم اس کے باوجود فطرت سلیمہ پر تھے ،جب ان کا لباس اترا تو انہوں نے اپنے آپ کو پتوں کے ساتھ ڈھانپنے کی کوشش کی۔اور تم شیطان کے چکر میں آکر خود لباس اتارتے ہو اور پھر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔پچھلی تاریخ دہرا کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بھی شیطان کا چکمہ ہے۔اس زمانہ میں تو لوگ پڑھے لکھے نہ تھے اس لیے وہ کپڑے اتار کر طواف کرتے۔شرعی مقدار کے علاوہ جو بھی لباس پہنا جائے، جس میں بدن کے اس حصہ کو ننگا کیا جائے جس کو ننگا کرنے کی اجازت نہیں۔عورت اور مرد کے لیے احکام واضح ہیں۔عورت اگر باہر نکلے تو اس کا سارا بدن مستور ہونا چاہیے ،بالکل ننگا ہو یا باریک کپڑا پہنا ہوا ہو جس میں سے جسم نظر آرہا ہو تو ایک ہی بات ہے۔ایسے ہی اتنا تنگ لباس پہننا کہ اس میں جسم کا ہر عضو علیحدہ علیحدہ نظر آئے اور اس کی موٹائی، چوڑائی بالکل واضح نظر آئے،عورت کے لیے اتنا ٹائٹ لباس پورے بدن کے لیے ناجائز،اور مرد کے لیے اعضاء مخصوصہ پر اتنا ٹائٹ لباس ناجائز،اس لیے اتنی تنگ پینٹ پہننا جس کے ساتھ سب کچھ آگے پیچھے سے نظر آئے ممنوع لباس ہے۔

عورت کے لیے گھر میں سر ننگا رکھنا بازو ننگے رکھنا اور گھٹنے سے نیچے کا حصہ ننگا رکھنا کام کاج کی وجہ سے باپ، بھائی اور دیگر غیر محرم کے سامنے جائز ہے۔

لباس کیسا ہونا چاہیے: لباس ایسا پہننا چاہیے جو شریعت کے احکام کے مطابق ہو، بدن بھی ڈھکا ہوا ہو اور زیب وزینت بھی ہو رہی ہو، لباس سے انسان کے نظریات کی ترجمانی ہو رہی ہوتی ہے۔ زیب وزینت کا مطلب یہ نہیں کہ مرد قیمتی سے قیمتی لباس عورتوں جیسا پہن لے۔ اس زیب وزینت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ حرام ہے۔ بلکہ ایسا لباس جس سے انسان کی نوع ہی خلط ملط ہو جائے حرام ہے۔ چاہے بدن ڈھکا ہوا ہو۔ لیکن چونکہ نوع کا پتہ نہیں چل رہا، اس طرح عورت کے لیے مرد کا لباس ممنوع ہے۔ چونکہ پہچان بھی مشکل ہو جائیگی کہ مرد ہے یا عورت۔ حدیث پاک میں ایسے مرد اور عورت پر لعنت کی گئی ہے۔ وہ عورتیں جو ایسے لباس اور ہیئت اختیار کرتی ہیں جو مردوں کی ہے اور ایسے مرد جو عورتوں کا لباس اور ہیئت اختیار کرتے ہیں ان پر حضور ﷺ نے لعنت کی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ»[17]

کفار وفساق کا شعار لباس پہننا ممنوع ہے: ایسا لباس جو کفار وفساق کا شعار ہے اگر اس کو پہنا جائے اور دیکھنے والے کو پتا نہ چل سکے کہ مسلم ہے یا عیسائی۔ تو اللہ کے ہاں بھی اسی جماعت میں شمار ہو گا۔ چونکہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»[18] "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" کی وجہ سے جس قوم کا لباس بھی پہنے گا انہیں میں شمار ہو گا۔ چاہے کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو۔ باطنی نیکی اپنی جگہ پر رہی مگر فاسقین کا لباس پہننے کی وجہ سے اللہ کے ہاں فاسق ہو جائے گا۔ اس لیے جس جماعت سے آدمی کا تعلق ہے ویسا لباس پہننا چاہیے تاکہ دور سے پتہ چلے کہ فلاں جماعت کا آدمی ہے۔ یہ کالج کا طالب علم ہے یا مدرسہ کا یا فساق وفجار میں سے ہے۔ شریعت کی پابندی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خوبصورت اور صاف ستھرا لباس پہننا چاہیے۔ ایسا لباس پہننا جس کا دین ودنیا میں کوئی فائدہ نہیں ممنوع ہے: نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا أَسْفَلَ مِنَ الكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزَارِ فَفِي النَّارِ»[19] چادر ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام ہے اور بالخصوص نماز کی حالت میں۔

جس کی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی ہو اللہ اس کی طرف دیکھتا ہی نہیں ہے ایسے شخص کو متکبر قرار دیا گیا ہے۔ چادر نیچے لٹکانے والا یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بڑا باعزت لگ رہا ہوں، حالانکہ اس میں دین ودنیا کا کوئی فائدہ نہیں محض دماغی جنون ہے۔ ایک آدمی مردوں کے اچھے کپڑے ہونے کے باوجود ریشم کا لباس پہنتا ہے اور حرام کا ارتکاب کرتا ہے اور سکون محسوس کرتا ہے۔ اس میں اس کا دین ودنیا کا کوئی فائدہ نہیں محض جنون ہے۔ اس طرح کوئی مرد سونا پہنتا ہے تو یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جس میں صرف انسانی جنون ہے۔

لباس میں ایک طرف نبی ﷺ اور علماء کا طریقہ ہے اور دوسری طرف فساق وفجار کا طریقہ ہے۔ لباس ایسا ہو جس سے دو فائدے حاصل ہوں: "يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا"[20] ہم نے تمھارے لیے لباس اتارا جس میں دو فائدے اور مقاصد ہیں 1۔ بدن کو چھپاتا ہے، اس کو چھپانے میں حیا کی رعایت بھی ہے اور گرمی اور سردی کی بھی۔ 2۔ " وَرِيشًا" زینت کے لیے تاکہ شخصیت اجاگر ہو۔ ' وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ"[21] جس طرح لباس ہمارے ظاہری عیوب کو چھپاتا ہے، اسی طرح تقویٰ کا لباس باطنی خامیوں کو چھپاتا ہے۔ لباس میں غیر کے ساتھ تشبیہ نہ ہو، ریشم نہ پہنے، سونا نہ پہنے۔ مرد ایسا لباس نہ پہنیں جو عورتوں کے مشابہ ہو اور نہ ہی عورتیں مردوں کے مشابہ لباس پہنیں۔ تو یہ تقویٰ کا لباس ہے۔ اگر ان قواعد کی رعایت نہیں رکھی جائے گی تو تقویٰ کا لباس نہیں ہو گا۔[22]

صاحب تبیان الفرقان نے لباس کی حدود قیود ذکر فرمائیں۔ شرعی مقدار کے علاوہ جو بھی لباس اختیار کیا جائے گا وہ ناجائز ہے۔ عورت کا سارا بدن ستر ہے اس لیے جب بھی گھر سے باہر نکلے گی سارا جسم چھپائے گی۔ اور ایسا لباس بھی نہیں پہنے گی جو باریک ہو، جس سے جسم نظر آئے اور تنگ لباس بھی ممنوع ہے۔ البتہ محرمات کے سامنے گھر میں ہاتھ، بازو۔ ٹخنوں سے نچلا حصہ اور سر کو ننگا رکھنا کام کی وجہ سے جائز ہے ۔ مرد کے لیے اعضاء مخصوصہ کو چھپانا لازم ہے ۔ مرد کے لیے وہی لباس جائز ہے جس میں اس کے اعضاء مخصوصہ نظر نہ آئیں، ایسا لباس جس میں ان کی ساخت نظر آئے درست نہیں۔ پینٹ کی اجازت ہے مگر اتنی ٹائٹ نہ ہو کہ اعضاء مخصوصہ واضح نظر آئیں۔ شریعت نے ہر وہ لباس پہننے کی اجازت دی ہے جو موسم اور علاقے کی آب وہوا کے مطابق ہو مگر شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے۔ کہ مرد مردوالا لباس پہنے اور عورت عورت والا لباس پہنے اور اپنا پورا جسم ڈھانپ کر رکھے۔ تو ایسے لباس سے دونوں مقاصد ستر اور خوبصورتی دونوں پورے ہو جائیں گے۔

نماز اور عبادت کے وقت زیب وزینت اختیار کرنا:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ.[23]

نماز اور نماز کے علاوہ تمام حالات میں کپڑے پہننا فرض ہیں۔ ننگے بدن نماز نہیں ہو گی۔ مرد کے لیے ناف سے کر گھٹنوں تک جسم چھپانا عام حالات اور نماز دونوں میں فرض ہے۔ اگر کوئی شخص اتنا بدن ڈھانپ کر نماز پڑھتا ہے تو فرض ادا ہو جائے گا مگر چونکہ آگے زیب وزینت اختیار کرنے کا حکم بھی ہے تو جتنے اسباب مہیا ہوں اتنی زیب وزینت اختیار کرنی چاہیے۔ زیب زینت کا معیار کیا ہے ؟ دنیا کی معزز مجلسوں میں جانے کے لیے جو ہیئت اختیار کی جاتی ہے وہی معیار ہے۔ صرف ستر ڈھانپنے سے نماز کی فرضیت ادا ہو جائے گی مگر مکروہ ہے۔ اسی طرح تنکوں کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، چونکہ کوئی شخص ایسی ٹوپی پہن کر معزز مجالس میں نہیں جاتا۔ ہاں اگر ایک آدمی کے سر پر پھٹی ہوئی ٹوپی ہے اور اسی کو ہر جگہ پہنا پھر رہا ہے تو اس آدمی کی نماز اس ٹوپی میں مکروہ نہیں۔ گرمی کے موسم میں آج کل لوگوں کی عادت ہے کہ وہ صرف بنیان پہن کر نماز پڑھتے ہیں تو یہ مکروہ ہے۔ چونکہ وہ اسی بنیان میں کسی معزز مجلس میں جانا پسند نہیں کرتے، چاہے کتنی گرمی کیوں نہ ہو۔[24]

صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت نماز کی ادئیگی کے وقت زیب وزینت اختیار کرنے کے مسئلہ کو ذکر کیا۔ اتنا لباس پہننا فرض ہے کہ جس سے ستر چھپ جائے۔ لیکن نماز میں زیب وزینت بھی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ جب تک وہ اختیار نہیں کی جائیگی نماز مکروہ ہو گی ۔ ہر وہ لباس جو معزز مجلس میں پہن کر جانے کو آدمی پسند نہیں کرتا اس میں نماز مکروہ ہے۔ جیسے آج کل مساجد میں تنکوں، پلاسٹک اور کپڑے کی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ صرف بنیان اور شلوار کے ساتھ یا بنیان اور نکر کے ساتھ نماز مکروہ ہے چونکہ یہ معزز مجلس کا لباس نہیں۔ اسی طرح ہاف بازو شرٹ اور پینٹ پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے چونکہ یہ بھی زیب وزینت کے خلاف ہے۔ کسی بھی معزز مجلس میں ہاف بازو شرٹ پہن کر جانے کو آدمی پسند نہیں کرتا۔ بہر حال ضابطہ یہی ہے کہ ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنی چاہیے جو معزز مجلس کا لباس ہو۔ اس لباس میں نماز کی فرضیت کی ادائیگی بھی ہو گی اور واجب الاعادہ بھی نہیں ہو گی۔

کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کا طریقہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ -فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ.[25]

حدیث میں نبی ﷺ نے جو طریقہ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور اس کے بعد اجازت طلب کرے: عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَسَمِعْتُهُ فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ .[26] اور ایک روایت میں ہے:عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَا تَأْذَنُوا لِمَنْ لَمْ يَبْدَأْ بِالسَّلَامِ "[27] تو ترتیب کے لحاظ سے سلام پہلے اور استیذان بعد میں ہے۔ جب تک اجازت نہ مل جائے کسی دوسرے کے گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہیے۔ یا اگر "فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا "[28] یعنی اگر اس گھر میں کسی کو بھی نہیں پاتے تو داخل نہ ہوں۔"وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا"[29] تو لوٹ جاؤ۔[30] معاشرت کا مسئلہ استیذان ذکر کیا۔ کسی غیر کے گھر میں داخل ہونے کے آداب بتائے، کہ پہلے سلام کر لیا جائے پھر اجازت طلب کی جائے، اجازت مل جائے تو اندر چلے جانا چاہیے وگرنہ نہیں۔ پہلے دور میں شاید دروازے نہیں ہوا کرتے تھے تو اس صورت میں پہلے سلام اور پھر اجازت کا تذکرہ کیا، لیکن آج کل چونکہ دروازے لگے ہوئے ہیں، تو جو بھی کسی کے پاس جائے گا تو اس کے دروازے پر جا کر تین دفعہ سلام کی بجائے دستک دے گا، جواب اور اجازت مل جائے تو اندر چلا جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اسی طرح آج چونکہ موبائل کا دور ہے تو کسی کے گھر ملاقات کی بجائے عمومی طور پر لوگ فون پر رابطہ کر لیتے ہیں، تو سلام کے قائم مقام تین دفعہ کال کرے اگر کال وصول کر لی جائے تو ٹھیک ورنہ چوتھی دفعہ کال کرنے کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ تین دفعہ دروازے پر دستک کی اجازت ہے مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جائے۔

غیر مسکونہ گھر میں داخل ہونے کا طریقہ:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ أَبُو مُوسَى فَزِعًا، فَقُلْنَا لَهُ: مَا أَفْزَعَكَ؟ قَالَ: أَمَرَنِي عُمَرُ أَنْ آتِيَهُ، فَأَتَيْتُهُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَرَجَعْتُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قُلْتُ: قَدْ جِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ»[31] لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ.[32]

ایسے مقامات جہاں کوئی متعین طور پر نہیں رہتا جیسے مسافر خانہ، ہوٹل، ہسپتال وغیرہ۔ ایسے مقامات میں بغیر اجازت داخلہ پر کوئی قدغن نہیں۔[33] ایسے مقامات جن کو عوامی جگہ کہا جاتا ہے جہاں ہر کسی کو آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ وہاں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ بغیر اجازت داخل ہونا جائز ہے۔ برائی کا آغاز آنکھیں لڑانے سے ہوتا ہے: فواحش کے انسداد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام سوراخ بند کر دیے جائیں جن سے اس قسم کی بے حیائی جنم لیتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ بلا اجازت ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے۔ ایسے چلے جانے سے انسان کی نگاہ کسی ایسی چیز پر پڑ جاتی ہے جہاں مناسب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے تو بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ زنا، فواحش اور دوسری برائیوں سے بچنے کے لیے نگاہ کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ دروازے یا کمرے کے سوراخ سے اندر جھانکنے کی ممانعت: حدیث میں آیا ہے۔"ایک شخص دروازے کے سوراخ میں سے جھانک رہا تھا، آپ نے تنبیہ فرمائی اور یہ کہا کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تو اسطرح جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ اندر سے پھوڑ دیتا اور فرمایا کہ جو کوئی بغیر اجازت کے اندر جھانکے تو اندر بیٹھا شخص کوئی چیز اٹھا کر اسے مار دے، جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو اس مارنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي، لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنَيْكَ»قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الإِذْنُ مِنْ قِبَلِ البَصَرِ»[34]

دروازے کے سامنے کھڑا ہونے کی ممانعت: دروازے پر دستک دینے یا اجازت لینے کے لیے ایک طرف کھڑے ہونا چاہیے کہ کہیں اتفاق سے پردہ ہٹے یا دروازہ کھلے تو اندر نظر نہ پڑسکے یا آگے سے عورت بات کرنیوالی ہو تو اس پر نظر نہ پڑے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہی تھا کہ آپ ﷺ دستک دینے کے بعد ایک طرف کھڑے ہو جاتے، جیسا کہ حدیث میں موجود ہے: عَنْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرٍ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَنْزِلَ، لَمْ يَأْتِهِ مِنْ قِبَلِ الْبَابِ، وَلَكِنْ يَأْتِيهِ مِنْ قِبَلِ جَانِبِهِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ». [35] استیذان کا مطلب ہی یہی ہے کہ اجازت طلب کی جائے، اگر پہلے ہی جھانکنا شروع کر دیا جائے اور پھر اجازت طلب کی جائے تو پھر اجازت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ استیذان کسی غلط چیز پر نظر پڑنے سے بچانے کے لیے ہے۔ تو یہ آنکھ کی حفاظت کے لیے ہدایات دی جارہی ہیں۔[36]

صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت استیذان کے آداب اور نظر کی حفاظت کے مسائل کا تذکرہ کیا جن پر عمل کر کے انسان اپنی نظر کی حفاظت کر سکتا ہے۔ تو یہ بھی استیذان کا حصہ ہے۔

اپنے ذاتی مکان میں داخل ہونے کا طریقہ: اپنے گھر سے مراد جہاں انسان اکیلا رہتا ہے یا زیادہ سے زیادہ بیوی ساتھ رہتی ہے تو بغیر اجازت داخل ہو سکتا ہے۔ اگر بیوی کے علاوہ کوئی اور بھی رہتا ہے تو بغیر اجازت جانا درست نہیں۔ اگر یقین ہے کہ بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو پھر بغیر اجازت داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم سَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَسْتَأْذِنُ عَلَى أُمِّي؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي مَعَهَا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: اسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي خَادِمُهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: اسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا، أَتُحِبُّ أَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً؟ قَالَ: لا، قَالَ: فَاسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا. [37] عورتیں گھر میں بے تکلف ہوتی ہیں، کبھی کپڑے بدلنے کے لیے اتارتی ہیں، اس زمانہ میں غسل خانے بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔ جیسے اب بھی دیہاتوں میں غسل خانے نہیں ہیں۔ گھر میں بیوی بھی اگر اکیلی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی محلے والی آئی ہوئی ہو تو پھر بھی اجازت لے کر جانا چاہیے۔[38]

صاحب تبیان الفرقان نے استیذان کے مزید معاشرتی آداب ذکر کیے کہ دروازے پر دستک دیتے وقت ایک طرف کھڑے ہونا چاہیے ۔ جھانکنا نہیں چاہیے۔ اس کے بعد ذاتی مکان میں بھی داخل ہونے کا طریقہ بھی ذکر کیا۔

کسی کے گھر جائیں تو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ. [39] اجازت لیکر اندر چلے گئے، مکان ایسا ہے جس میں مردانہ بیٹھک نہیں۔ جس طرح عام غرباء کے گھروں میں ہوتا ہے۔ ہر شخص کے ہاں مردانہ مکان علیحدہ اور زنانہ مکان علیحدہ نہیں ہوتے۔ آپ کسی کے ہاں مہمان بن کر چلے گئے اور وہ رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے اجازت دے کر آپ کو اندر بلا لیا۔ تو گھر میں ان کی عورتیں بھی ہوتی ہیں جن کے متعلق حکم ہے کہ وہ پردہ کریں تو بقدر ضرورت ان عورتوں کو کام کاج کے لیے منہ بھی کھولنا پڑتا ہے۔ ہاتھ بھی نکالنے پڑتے ہیں تو نظر نیچی رکھنی چاہیے۔ نظر کو نیچا رکھنا وہی ہے جو شرمگاہ کی حفاظت کے لیے ہو۔ جہاں فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو وہاں نگاہ نیچی رکھنی چاہیے۔[40]

صاحب تبیان الفرقان نے آداب معاشرت میں سے ایک ادب بیان کیا کہ رشتہ داروں کے گھر میں اندر جانے کی اجازت مل جائے اور بندہ اندر چلا جائے اور وہاں اگر کام کاج کی وجہ سے غیر محرم عورتیں سامنے آجاتی ہیں تو نظریں نیچی رکھنی چاہیے۔

عورت کے لیے جسم کے زیب وزینت والے حصوں کے پردہ کا حکم:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [41]

عورتیں جسم کے وہ حصے جہاں زیب وزینت کی جاتی ہے یعنی مواقع زینت چہرہ، آنکھ، ہونٹ، کانوں کے زیورات، گلے کے زیورات اور پازیب، انگوٹھی، مہندی، اور بازو یہ سارے مواقع زینت ہیں۔ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرنے چاہیے۔ اگر عورت نے گلے میں ہار نہیں پہن رکھا تب بھی کسی کے سامنے سینہ کھولنا درست نہیں۔ تو یہاں زینت سے مراد مواضع زینت ہیں۔ " وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ "[42] خمار اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو سر پر اوڑھا جاتا ہے۔ " عَلَى جُيُوبِهِنَّ " [43] سے مراد سر والے کپڑے کو اپنے گریبان کے اوپر ڈالنا۔ جس سے سینہ بھی چھپ جائے اور کان بھی۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں یا تو ننگے سر رہتی اور کپڑا اڈالتی تو سر کے پیچھے کی طرف ڈال لیتی۔ سینہ، کان اور چہرہ سب کچھ نظر آتا جیسے اب بھی دیہاتی عورتیں ایسے دوپٹہ سر پر رکھ کر پیچھے ڈال دیتی ہیں۔ چونکہ قمیص پہنی ہوتی ہے تو سینہ نکلا ہوتا ہے اگر اوپر چادر ڈال لی جائے تو سینہ چھپ جائے۔[44]

صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت پردہ کا مسئلہ ذکر کیا۔ کہ عورت کے لیے اپنے جسم کے زیب وزینت والے مقامات کو چھپانا لازم ہے، اور اس کا طریقہ بھی بتایا کہ اگر چادر سر پر لے کر سینہ پر ڈال دی جائے تو اس سے چہرہ، کان، منہ، سینہ سب چھپ جاتے ہیں اور اسی کا نام پردہ ہے۔ گویا اس آیت میں پردہ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے چہرہ کا پردہ لازم ہے کیونکہ وہ زیب وزینت کے مواضع میں مرکز ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو چہرہ کے پردہ کے قائل نہیں۔ حالانکہ رغبت کا سارا مرکز چہرہ ہے اگر اس کا پردہ نہیں تو پھر پردہ ہے کس چیز کا۔ تو اس آیت سے پتا چلا کہ چہرہ سمیت تمام مواقع زینت کا پردہ لازم ہے۔

کن لوگوں سے عورتوں کا پردہ نہیں: شوہر، باپ، دادا اور تمام اصول۔ چچوں سے بھی پردہ نہیں، چچے آباء کے حکم میں ہیں۔ " أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ " شوہر کا باپ، دادا اپنے باپ دادا کے حکم میں ہیں۔ " أَوْ أَبْنَائِهِنَّ " حقیقی بیٹے، پوتے اور نواسے۔ " أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ " اپنے خاوند کے بیٹے جو دوسری بیویوں سے ہیں ان کے لیے یہ عورت ماں کے حکم میں ہوتی ہے۔ " أَوْ إِخْوَانِهِنَّ " حقیقی، اخیافی، علاتی بھائی البتہ چچازاد بھائی ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی۔ خالہ زاد بھائی ان سب کو بھی بھائی کہتے ہیں لیکن یہ اس میں داخل نہیں، ان سب سے پردہ ضروری ہے۔ " أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ " بھتیجے چاہے حقیقی یا اخیافی یا علاتی ہوں ان سب سے پردہ نہیں۔ " أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ " بھانجوں سے پردہ نہیں۔ " أَوْ نِسَائِهِنَّ " اپنی عورتوں سے مراد ملنے والی عورتیں جن کا احوال جانتی ہیں۔ ان سے پردہ نہیں۔ البتہ اجنبی عورتوں سے احتیاط لازم ہے۔ " أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ " اس میں اکثر فقہاء کے نزدیک لونڈی اور غلام دونوں شامل ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اس میں فقط لونڈی شامل ہے غلام شامل نہیں۔ " أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ " ایسے لوگ جن میں عورتوں کی حاجت نہیں جیسے

بالکل پاگل اور مست قسم کے لوگ وغیرہ۔" أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ "بچے جو عورتوں کے معاملات پر مطلع اور سمجھدار نہیں۔[45]

صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت ان افراد کا تفصیلاً تذکرہ کیا جن سے پردہ نہیں ہے۔

نکاح نفس اور نظر کو پاک رکھنے کا ذریعہ ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ.[46] اس آیت میں ایم سے مراد وہ مرد جس کا جوڑا نہ ہو۔ چونکہ نکاح ہو جانے سے مرد اور عورت کے نفسانی جذبات کا انتظام ہو جاتا ہے اور نکاح پاکدامن رہنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے شریعت نے نکاح کرنے اور دوسرے کا نکاح کرانے کی بہت اہمیت وفضیلت بیان کی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي»[47] عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ، وَالأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لاَ نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»[48] **تمھاری کثرت پر فخر کروں گا:** مسلمان کی اولاد عموماً مسلمان ہی ہوتی ہے۔ نکاح سے نسل بڑھانا مقصود ہے۔ تاکہ نبی ﷺ کی امت میں اضافہ ہو۔ اور حضور ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے زیادہ ہونے پر فخر کریں گے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: «لَا» ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: «تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ»[49]

خصی ہونے کی ممانعت: حضور ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی گئی، لیکن آپ ﷺ نے منع فرمادیا جیسا کہ حدیث میں موجود ہے: عَنْ سَعْدِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَنَا فِي الاخْتِصَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصَى وَلا اخْتَصَى، إِنَّ خِصَاءَ أُمَّتِي الصِّيَامُ»[50] عام حالات میں نکاح سنت ہے اور نکاح کرنا حضرات انبیاءؑ کا طریقہ ہے: عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ.[51] فقہاء کہتے ہیں اگر کسی کو شہوت کا غلبہ ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ حدود شریعت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔ اور اس کے پاس نکاح کے وسائل بھی موجود ہوں تو ایسے شخص پر نکاح واجب ہے۔ اگر شہوت کا غلبہ ہے نکاح کے وسائل بھی نہیں یا کوئی عورت اس سے نکاح کرنے پر راضی نہیں پھر بھی گناہ میں مبتلا ہونا حلال نہیں۔ شہوت پر قابو پانے کے لیے روزے رکھے، جب اللہ توفیق دے تو نکاح کرلے۔

والدین کی بے پرواہی کی وجہ سے برے نتائج سامنے آرہے ہیں: عام طور پر اپنے نکاح کی خود کوشش نہیں کی جاتی اور خاص کر عورتیں اور ان میں بھی کنواری لڑکیاں اپنے نکاح کی بات خود چلانے میں شرماتی ہیں اور یہ شرم ان کے لیے بہتر ہے۔ جو ان کے ایمان کے تقاضوں کی وجہ سے ہے۔ اس لیے اولیاء کو لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کے لیے متفکر رہنا لازم ہے۔ اسی طرح بڑی عمر کے غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کے لیے فکر مند رہنا چاہیے۔" وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ " آج کل لوگوں نے نکاح کو ایک مصیبت بنا رکھا ہے۔ دینداری کی بجائے دنیاداری کو ترجیح دی جارہی ہے، جس کی وجہ سے عورتوں اور مردوں کی شادیاں نہیں ہورہی۔ جس کا نتیجہ پھر غلط نکلتا

ہے لڑکا اور لڑکی اپنا رشتہ خود تلاش کر لیتے ہیں اور کورٹ میں جا کر قانونی نکاح کر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے والدین پوری زندگی پشیمان رہتے ہیں۔ بعض دفعہ نکاح شرعاً درست نہیں ہوتا۔ اولاد کے نکاح کے سلسلہ میں لوگوں کی بے توجہی اور بے راہی کی وجہ سے بڑے بڑے نتائج سامنے آرہے ہیں۔

بابرکت نکاح: نکاح میں دینداری کی بجائے دوسری چیزوں کو دیکھا جاتا ہے۔ بڑے خرچہ کے انتظام کی وجہ سے لڑکیاں زیادہ مدت تک بیٹھی رہتی ہیں۔ ریاکاری کے جذبات سادہ شادی نہیں کرنے دیتے۔ سید بھی اپنی ماں سیدہ فاطمہؓ کے مطابق بیٹا اور بیٹی کے مطابق نکاح کرنے کو تیار نہیں بلکہ عار سمجھتا ہے۔ اگر کوئی توجہ بھی دلائے تو کہتے ہیں آج کل کے دور کا رواج ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس رواج کو لانے والا کون ہے؟ خود ہی ریاکاری کا رواج ڈالا۔ اب کہتا ہے بڑے اخراجات نہ ہوں تو لڑکی کا نکاح کیسے ہو اور کس سے کریں۔ مسلمانو ایسی باتیں چھوڑ دو سادگی اختیار کرو۔ حضور ﷺ نے سادگی اختیار کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حدیث میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤُونَةً "[52] **" وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ "**[53] سے مراد غلام اور باندی ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد نیک مرد اور نیک عورتیں ہیں۔[54]

صاحب تبیان الفرقان نے اس آیت کے تحت نکاح کی اہمیت اور فضیلت کو بیان کیا۔ خصی ہونے کی ممانعت کو ذکر کیا۔ آج کل والدین کی اپنے بچوں کے نکاح کے بارے بے پرواہی اور اس کے برے نتائج کا تذکرہ کیا اور پھر بابرکت نکاح کی وضاحت کی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات (References)

1. آل عمران:3: 28

Al-Imran: 3:28

2. - اللدھیانوی، عبدالمجید، تبیان الفرقان، الناشر مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑپکا ضلع لودھران، اشاعت اول ۱۴۳۳ھ: ج2، ص75۔77

Al-Ludhianvi, Abdul Majeed, Tabian Al-Furqan, Publisher Maktab Sheikh Ludhianvi Kahror Paka District Lodhran, First Edition 4 AH: vol. 2, p. 75. 77

3. آل عمران:3 : 39

Al-Imran: 3:39

4. تبیان الفرقان ج2، ص91

Tibyan of Al-Furqan vol.2, p.91

5. النساء:4: 140

Al Nsa:140

6. تبیان الفرقان ج2، ص572۔574

Tibyan of Al-Furqan vol:2 p: 572-574

7. الانعام:6: 151

Al Anam:151

8. الإسراء:17: 31

Al Isra: 31

9. الانعام:6: 151

Al Anam:151

10 . الإسراء:17: 31

Al Isra: 31

11 . الإسراء:17: 31

Al Isra: 31

12 . تبیان الفرقان ج3،ص516۔520

Tibyan of Al-Furqan vol:3, P: 516-520

13 . البقرة:2:233

Al Baqarah:233

14 . الانعام:6: 151

Al Anam:151

15 . الإسراء:17: 31

Al Isra: 31

16 . الاعراف:7: 26،27

Al Aaraf: 26, 27

17 . السجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث،سنن ابي داؤد،الناشر: المكتبة العصرية، صيدا – بيروت،رقم الحديث:4098

Al-Sujistani, Abu Dawood Sulaiman bin Al-Ash'ath, Sunan Abi Dawood, Publisher: Al-Muktab Al-Asriya, Saida - Beirut, Hadith No.4098

18 . سنن ابي داؤد، رقم الحديث:4031

Sunan Abi Dawood, Hadith number:4031

19 . البخاري ،محمد بن إسماعيل، أبو عبدالله ،صحيح البخاري،الناشر: دار طوق النجاة دمشق ،الطبعة: الأولى، 1422هـ،رقم الحديث:5787

Al-Bukhari, Muhammad Ibn Isma'il, Abu Abdullah, Sahih Al-Bukhari, Publisher: Dar Tawq Al-Najat Damascus, Print: Al-Awli, 1422 AH, Hadith Number: 5787

20 . الاعراف:7: 26،27

Al Aaraf: 26, 27

21 . Ibid

22 -تبیان الفرقان ج4،ص87۔94

Tibyan of Al-Furqan vol:4,P: 87-94

23 . الاعراف:7: 31

Al Aaraf:31

24 . تبیان الفرقان ج4،ص101۔102

Tibyan of Al-Furqan vol:4, P:101-104

25 .النور:24: 27،28

Al Noor: 27-28

26 - سنن ابی داؤد ،رقم الحدیث:5179

Sunan Abi Dawood, Hadith No. 5179

27 . البيهقي ،أحمد بن الحسين بن علي ، أبو بكر ،شعب الايمان ،الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند،الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2003 م،رقم الحديث:8433

Al-Bayhaqi, Ahmad Ibn Al-Hussein Ibn Ali, Abu Bakr, Shaab Al-Iman, Al-Rushd Library for Publishing and Distribution in Riyadh with the Cooperation of the Salafi House of Bombay in India, First Edition, 1423 AH, 2003

[28]. النور:24: 27،28

Al Noor: 27-28

[29]. Ibid

[30]- تبیان الفرقان ج6، ص582

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:582

[31]. سنن ابي داؤد ،رقم الحديث:5180

Sunan Abi Dawood, Hadith No:5180

[32]. النور:24: 29

Al Noor:29

[33]. تبیان الفرقان ج6، ص582-583

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:582-583

[34]. صحيح البخاري،رقم الحديث:6901

Sahih Al-Bukhari, Hadith No. 6901

[35]- البغوي ،محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء ،شرح السنة للبغوي،الناشر: المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت ،الطبعة: الثانية، 1403هـ - 1983م رقم الحديث:3319

Al-Baghawi, Mohi Al-Sunnah, Abu Muhammad Al-Hussein Ibn Mas'ud Ibn Mohammed Ibn Al-Faraa, Explanation of the Sunnah for Al-Baghawi, Publisher: Islamic Library - Damascus, Beirut, Second Edition: 1403 AH - 1983 Number of Hadith: 3319

[3636]- تبیان الفرقان ج6، ص583-584

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:583-584

[37]- الأصبحي،مالك بن أنس بن مالك ،مؤطا الامام مالك، الناشر: مؤسسة الرسالة ،سنة النشر: 1412 هـ،رقم الحديث:2028

Al-Asbahi, Malik bin Ans bin Malik, Mu'ta Imam Malik, Publisher: Al-Risalah Foundation, Year of Publication: 1412 AH, Hadith Number: 2028

[38]- تبیان الفرقان ج6، ص584-585

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P: 584-585

[39]. النور:24: 30

Al Noor:30

[40]. تبیان الفرقان ج6، ص587-588

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:587-588

[41]. النور:24: 31

Al Noor:31

[42]. Ibid

[43]. Ibid

[44]. تبیان الفرقان ج6، ص588-589

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:588-589

[45]. تبیان الفرقان ج6، ص589-591

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:589-591

[46]. النور:24: 32

Al Noor:32

[47] .التبريزي ،محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين ،مشكاة المصابيح ،الناشر المكتب الإسلامي بيروت،الطبعة الثالثة ١٩٨٣،رقم الحديث:٣٠٩٦

Al-Tabrizi, Muhammad Bin Abdullah Al-Khatib Al-Omari, Abu Abdullah, Wali Al-Din, Mishkaat Al-Masabih, Islamic Publisher, Beirut, 3rd edition, Hadith no.3096

[48] . صحيح البخاري،رقم الحديث:6901

Sahih Al-Bukhari, Hadith No. 6901

[49] . سنن ابي داؤد ،رقم الحديث:2050

Sunan Abi Dawood, Hadith No. 2050

[50] . شرح السنة للبغوي، رقم الحديث:484

Sharh al-Sunnah il-Baghawi, Hadith no .: 484

[51] . الترمذي ،محمد بن عيسى، أبو عيسى ،سنن الترمذي،الناشر دار الغرب الإسلامي بيروت،الطبع ١٩٨٨،رقم الحديث:١٠٨٠

Al-Tirmidhi, Muhammad ibn Isa, Abu Isa, Sunan al-Tirmidhi, Dar al-Gharb al-Islami, Beirut, 1988, hadith number: 1080

[52] . شعب الايمان ،رقم الحديث:6146

Shoab Al Iman, hadith No: 6146

[53] .النور:24: 32

Al Noor:32

[54] -تبیان الفرقان ج6،ص591-594

Tibyan of Al-Furqan vol:6, P:591-594